

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو نصائح

(ملفوظات جلد 5 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 4)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ال عمران: 32)

تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقان زار کا

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقاریر، درس اور مجالس عرفان سے خطابات کو ملفوظات کے نام سے 10 جلدوں میں افادہ عام کے لئے محفوظ کیا گیا ہے۔ جن میں سے قیمتی نصائح کو ”مشاہدات“ کے تحت احباب جماعت کے لئے اکٹھا کیا جا رہا ہے اور تقاریر کی صورت میں ملفوظات کی پہلی چار جلدوں سے 25 تقاریر افادہ عام کے لئے ویب سائٹ پر اپلوڈ کر دی گئی ہیں۔ اس وقت ملفوظات جلد 5 سے نصائح پیش کی جا رہی ہیں۔ یہ جلد پنجم کی چوتھی تقریر ہے۔

دُعا خشک لکڑی کو سرسبز اور مردہ کو زندہ کر سکتی ہے

حضورؐ نے فرمایا:

”جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ان کو سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ میں اُن کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ دُعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کر سکتی ہے اور مردہ کو زندہ کر سکتی ہے۔ اس میں بڑی تاثیریں ہیں۔ جہاں تک قضا و قدر کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دُعا اس کو بچالے گی۔ اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری کرے گا اور وہ خود محسوس کر لے گا کہ میں اب اور ہوں۔ دیکھو! جو شخص مسموم ہے کیا وہ اپنا علاج آپ کر سکتا ہے؟ اُس کا علاج تو دوسرا ہی کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تطہیر کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور مامور کی دعائیں تطہیر کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہیں۔ دُعا کرنا اور کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ دُعا کے لیے جب درد سے دل بھر جاتا ہے اور سارے حجابوں کو توڑ دیتا ہے اُس وقت سمجھنا چاہیے کہ دُعا قبول ہو گئی۔ یہ اسمِ اعظم ہے۔ اس کے سامنے کوئی انہونی چیز نہیں ہے۔ ایک خبیث کے لیے جب دُعا کے ایسے اسباب میسر آجائیں تو یقیناً وہ صالح ہو جاوے اور بغیر دُعا کے وہ اپنی توبہ پر بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ بیمار اور مجرب اپنی دستگیری آپ نہیں کر سکتا۔ سنت اللہ کے موافق یہی ہوتا ہے کہ جب دُعائیں انتہا تک پہنچتی ہیں تو ایک شعلہ نور کا اُس کے دل پر گرتا ہے جو اُس کی خباثوں کو جلا کر تاریکی دور کر دیتا ہے اور اندر ایک روشنی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ طریق استجابت دُعا کا رکھتا ہے۔

ضرور ہے کہ انسان پہلے حالتِ بیماری کو محسوس کرے اور پھر طبیب کو شناخت کرے۔ سعید وہی ہے جو اپنے مرض اور طبیب کو شناخت کرتا ہے۔ اس وقت دنیا کی حالت بگڑی ہوئی ہے جن باتوں پر خدا نے چاہا تھا کہ قائم ہوں اُن کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ باہر سے وہ ایک پھوڑے کی طرح نظر آتے ہیں جو چمکتا ہے مگر اس کے اندر پیپ ہے یا قبر

کی طرح ہے کہ جس کے اندر بجز ہڈیوں کے اور کچھ نہیں۔ ایسا ہی حال اخلاقی حالتوں کا ہے۔ غیض و غضب میں آکر گندی گالیاں دینے لگتا ہے اور اعتدال سے گزر جاتا ہے۔

اصل مدعا تو یہ ہونا چاہیے کہ انسان نفس مطمئنہ حاصل کرے۔ نفس تین قسم ہے امارہ، لوائمہ، مطمئنہ۔ بہت بڑا حصہ دنیا کا نفس امارہ کے نیچے ہے اور بعض جن پر خدا کا فضل ہوا ہے وہ لوائمہ کے نیچے ہیں۔ یہ لوگ بھی سعادت سے حصہ رکھتے ہیں۔ بڑا بد بخت وہ ہے جو بدی کو محسوس ہی نہیں کرتا یعنی جو امارہ کے ماتحت ہیں اور بڑا ہی سعید اور بامراد وہ ہے جو نفس مطمئنہ کی حالت میں ہے۔

نفس مطمئنہ ہی کو خدا تعالیٰ نے فرمایا اَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اِذْ جِئْتِ اِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّرَضِيَّةً (الفجر: 28-29) یعنی اے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے!۔ اس حالت میں شیطان کے ساتھ جو جنگ ہوتی ہے اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور خطاب کے لائق تو مطمئن ہی ٹھہرا یا ہے اور اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطمئنہ کی حالت میں مکالمہ الہی کے لائق ہو جاتا ہے۔ خدا کی طرف واپس آ کے معنی یہی نہیں کہ مر جا بلکہ امارہ اور لوائمہ کی حالت میں جو خدا تعالیٰ سے ایک بعد ہوتا ہے مطمئنہ کی حالت میں وہ مجبوری نہیں رہتی اور کوئی غبار باقی نہ رہ کر غیب کی آواز اُس کو بلاتی ہے۔ تو مجھ سے راضی اور میں تجھ سے راضی۔ یہ رضا کا انتہائی مقام ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا ہی پر ہوتے ہیں مگر دنیا ان کو نہیں پہنچاتی۔ دنیا نے آسانی بندوں سے دوستی نہیں کی وہ اُن سے ہنسی کرتی ہے۔ وہ الگ ہی ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رداء کے نیچے ہوتے ہیں۔ غرض جب ایسی حالت اطمینان میں پہنچتا ہے تو الہی اکسیر سے تانبا، سونا ہو جاتا ہے۔ وَاذْخُلِيْ جَنَّتِي (الفجر: 31) اور تو میرے بہشت میں داخل ہو جا۔ بہشت ایک ہی چیز نہیں وَلَيَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتِي (الرحمن: 47)۔ خدا سے ڈرنے والے کے لیے دو بہشت ہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 121-123)

مسنون طور سے خدا کا فضل تلاش کرتے رہو

فرمایا:

”ہماری طرف سے تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ مسنون طور سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر کے یہ امر صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ ان کی پیروی کے سوا کوئی راہ اس کی رضا جوئی کی باقی نہیں ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے فضلوں کا جویاں ہو اسی دروازہ کو کھٹکھٹائے اس کے لیے کھولا جائے گا۔ بجز اُس دروازہ کے تمام دروازے بند ہیں۔ نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ شریعت قرآن شریف کے بعد ہر گز نہیں آئے گی۔ انسان کو کشف اور وحی اور الہام کا بھی طالب نہ ہونا چاہیے بلکہ یہ سب تقویٰ کا نتیجہ ہے۔ جب جڑ ٹھیک ہوگی تو اس کے لوازم بھی خود بخود آجائیں گے۔ دیکھو! جب سورج نکلتا ہے تو دھوپ اور گرمی جو اس کا خاصہ ہے خود بخود ہی آجاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان میں تقویٰ آجاتا ہے تو اس کے لوازم بھی اس میں ضرور آجاتے ہیں۔ دیکھو! جب کوئی دوست کسی کے ملنے کے واسطے جاوے تو اس کو یہ امید تو نہ رکھنی چاہیے کہ میں اس کے پاس جاتا ہوں کہ وہ مجھے پلاؤ زردے اور قورے اور قلیے کھلائے گا اور میری خاطر تو واضح کرے گا۔ نہیں بلکہ صادق دوست کی ملاقات کی خواہش ہوتی ہے بجز اُس کے اور کسی کھانے یا مکان یا خدمت کی پرواہ اور خیال بھی نہیں ہوتا مگر جب وہ اپنے صادق دوست کے پاس جو اُس سے مجبور تھا جاتا ہے تو کیا وہ اُس کی خاطر داری کا کوئی دقیقہ باقی بھی اٹھا رکھتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں بلکہ جہاں تک اسے بن پڑتا ہے وہ اپنی طاقت سے بڑھ کر بھی اس کی تواضع کے واسطے مکلف سامان کرتا ہے۔

غرض یہی حال روحانیت اور اس دوست اعلیٰ کی ملاقات کا ہے۔ الہامات یا کشف وغیرہ خبروں کے سہارے والا ایمان، ایمان کامل نہیں وہ کمزور ایمان ہے جو کسی چیز کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ انسان کی یہ غرض دراصل مدعا صرف رضائے الہی اور وصول الی اللہ چاہیے۔ آگے جب کہ اس کی رضا حاصل کر لے گا تو خدا تعالیٰ اس کو کیا کچھ نہ دے گا۔ خود اس امر کی درخواست کرنا سوء ادب ہے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يَحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ال عمران: 32) خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے۔ انسان کا مدعا صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیے۔ شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ رسول کا تابع اور ہوا ہو اس کا مطیع نہ بننا چاہیے۔ دیکھو! میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پاسکتے ہیں۔ آج کل فقراء کے نکالے ہوئے طریقے اور گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی سیفیاں اور دعائیں اور درود اور وظائف یہ سب انسان کو مستقیم راہ سے بھٹکانے کا آلہ ہیں۔ سو تم ان سے پرہیز کرو۔ ان لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی مہر کو توڑنا چاہا گویا اپنی الگ ایک شریعت بنالی ہے۔ تم یاد رکھو! یہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریقے ہیں ان کے سوا خدا کے فضل اور برکات کے دروازے کھولنے کی اور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ بھولا ہوا ہے وہ جو ان راہوں کو چھوڑ کر کوئی نئی راہ نکالتا ہے۔ ناکام مرے گا وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فرمودہ کا تابعدار نہیں بلکہ اور اور راہوں سے اسے تلاش کرتا ہے۔

دیکھو! گناہ کبیرہ بھی ہیں ان کو تو ہر ایک جانتا ہے اور اپنی طاقت کے موافق نیک انسان ان سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے مگر تم تمام گناہوں سے کیا کبائر اور کیا صغائر سب سے بچو۔ کیوں کہ گناہ ایک زہر ہے جس کے استعمال سے زندہ رہنا محال ہے۔ گناہ ایک آگ ہے جو روحانی قوی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ پس تم ہر قسم کے کیا صغیرہ کیا کبیرہ سب اندرونی بیرونی گناہوں سے بچو۔ آنکھ کے گناہوں سے، ہاتھ کے گناہوں سے، کان، ناک اور زبان اور شرم گاہ کے گناہوں سے بچو۔ غرض ہر عضو کے گناہ کے زہر سے بچتے رہو اور پرہیز کرتے رہو۔

نماز بھی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے۔ نماز کی یہ صفت ہے کہ انسان کو گناہ اور بدکاری سے ہٹا دیتی ہے۔ سو تم ویسی نماز کی تلاش کرو اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض اسی نماز کے ذریعہ سے آتے ہیں سو اس کو سنوار کر ادا کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔

یہ بھی یاد رکھو! ہمارا طریق نرمی ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ اپنے مخالفوں کے مقابل پر نرمی سے کام لیا کرے۔ تمہاری آواز تمہارے مقابل کی آواز سے بلند نہ ہو۔ اپنی آواز اور لہجہ کو ایسا بناؤ کہ کسی دل کو تمہاری آواز سے صدمہ نہ ہو۔ ہم قتل اور جہاد کے واسطے نہیں آئے بلکہ ہم تو مقتولوں اور مردوں کو زندہ کرنے اور ان میں زندگی کی روح پھونکنے کو آئے ہیں۔ تلوار سے ہمارا کاروبار نہیں نہ یہ ہماری ترقی کا ذریعہ ہے۔ ہمارا مقصد نرمی سے ہے اور نرمی سے اپنے مقاصد کی تبلیغ ہے۔ غلام کو وہی کرنا چاہیے جو اس کا آقا اس کو حکم کرے۔ جب خدا نے ہمیں نرمی کی تعلیم دی ہے تو ہم کیوں سختی کریں۔ ثواب تو فرمانبرداری میں ہوتا ہے اور دین تو سچی اطاعت کا نام ہے نہ یہ کہ اپنے نفس اور ہوا ہوس کی تابعداری سے جوش دکھائیں۔

تسلل میں فرمایا۔ یاد رکھو! جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آکر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندادہن اور بے لگام کے ہونٹ لطف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کیے جاتے ہیں۔ غضب اور حکمت دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔

ہماری جماعت کو چاہیے کل ناکردنی افعال سے ڈور رہا کریں۔ وہ شاخ جو اپنے تنے اور درخت سے سچا تعلق نہیں رکھتی وہ بے پھل رہ جاتی ہے۔ سو دیکھو! اگر تم لوگ ہمارے اصل مقصد کو نہ سمجھو گے اور شرائط پر کاربند نہ ہو گے تو ان وعدوں کے وارث تم کیسے بن سکتے ہو جو خدا تعالیٰ نے ہمیں دیے ہیں۔

جسے نصیحت کرنی ہو اسے زبان سے کرو۔ ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے بس جَادِ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل: 26) کہ موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔ اسی طرز کلام ہی کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ (البقرہ: 270) مگر یاد رکھو! جیسی یہ باتیں حرام ہیں ویسے ہی نفاق بھی حرام ہے۔

اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں پیرایہ ایسا نہ ہو جاوے کہ اس کا رنگ نفاق سے مشابہ ہو۔ موقع کی موافق ایسی کارروائی کرو جس سے اصلاح ہوتی ہو۔ تمہاری نرمی ایسی نہ ہو کہ نفاق بن جاوے اور تمہارا غضب ایسا نہ ہو کہ بارود کی طرح جب آگ لگے تو ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔ بعض لوگ تو غصہ سے سودائی ہو جاتے ہیں اور اپنے ہی سر میں پتھر مار لیتے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی گالی دیتا ہے تب بھی صبر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی کے پیر و مرشد کو گالیاں دی جاویں یا اس کے رسول کو ہتک آمیز کلمے کہے جاویں تو کیسا جوش ہوتا ہے مگر تم صبر کرو اور حلم سے کلام کرو۔

ایسا نہ ہو کہ تمہارا اس وقت کا غصہ کوئی خرابی پیدا کر دے جس سے سارا سلسلہ بدنام ہو یا کوئی مقدمہ بنے جس سے سب کو تشویش ہو۔ سب نبیوں کو گالیاں دی گئی ہیں یہ انبیاء کا ورثہ ہے ہم اس سے کیوں کر محروم رہ سکتے تھے۔ ایسے بن جاؤ کہ گویا مسلوب الغضب ہو تم کو گویا غضب کے قوی ہی نہیں دیے گئے۔

دیکھو! اگر کچھ بھی تاریکی کا حصہ ہے تو نور نہیں آئے گا۔ نور اور ظلمت جمع نہیں ہو سکتے۔ جب نور آجائے گا تو ظلمت نہیں رہے گی۔ تم اپنے سارے ہی قوی کو پورے طور سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا دو جو جو کسی کسی قوت میں ہو اسے اس پان والے کی طرح جو گندے پان تلاش کر کے پھینک دیتا ہے اپنی گندی عادات کو نکال پھینکو اور سارے اعضاء کی اصلاح کر لو۔ یہ نہ ہو کہ نیکی کرو اور نیکی میں بدی ملا دو۔ توبہ کرتے رہو استغفار کرو دعا سے ہر وقت کام لو۔

ولی کیا ہوتے ہیں۔ یہی صفات تو اولیاء کے ہوتے ہیں۔ اُن کی آنکھ، ہاتھ، پاؤں غرض کوئی عضو منشاء الہی کے خلاف حرکت نہیں کرتے۔ خدا کی عظمت کا بوجھ اُن پر ایسا ہوتا ہے کہ خدا کی زیارت کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتے۔ پس تم بھی کوشش کرو خدا بخیل نہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 123-128)

کچھ حصہ رات کو آرام ضرور کرو

فرمایا:

”دیکھو! قرآن شریف سورہ مزمل میں صاف تاکید ہے کہ انسان کو کچھ حصہ رات آرام بھی کرنا چاہیے۔ اس سے دن بھر کی کوفت اور تنکان دور ہو کر قوی کو اپنا حرج شدہ مادہ بہم پہنچانے کا وقفہ مل جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی سنت بھی اسی کے مطابق ثابت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اَصْلِيّ وَ اَنْوْمُ اصل میں انسان کی مثال ایک گھوڑے کی سی ہے۔ اگر ہم ایک گھوڑے سے ایک دن اس کی طاقت سے زیادہ کام لیں اور اُسے آرام کرنے کا وقفہ ہی نہ دیں تو بہت قریب ایسا وقت ہو گا کہ ہم اس کے وجود کو ہی ضائع کر کے تھوڑے فائدہ سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ نفس کو گھوڑے سے مناسبت بھی ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 129)

بہترین وظیفہ

سیالکوٹ کے ضلع کا ایک نمبر دار تھا اس نے بیعت کرنے کے بعد پوچھا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے کوئی وظیفہ بتادیں۔ فرمایا کہ ”نمازوں کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے اور اسی میں ساری لذت اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ صدق دل سے روزے رکھو۔ صدقہ و خیرات کرو، درود و استغفار پڑھو۔ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو، ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو اُن پر بھی ظلم نہ چاہیے۔ خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا۔ وہ محروم کیا جاتا ہے۔ دیکھو! اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایک دم گزارا نہیں۔ زمین کے نیچے سے لے کر آسمان کے اوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں کا بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شامل حال نہ ہو تو کیا ہو سکتا ہے۔ دُعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کار بند رکھے کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۗ وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (البقرہ: 27) پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہر وقت دُعا کرنی چاہیے کہ وہ گمراہی سے بچاؤے اور ہدایت کی توفیق دے۔ نرم مزاج بنو کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے خدا بھی اُس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی چھونک چھونک کر احتیاط سے رکھتا ہے تاکہ کسی کیڑے کو بھی اُس سے تکلیف نہ ہو۔ غرض اپنے ہاتھ سے، پاؤں سے، آنکھ وغیرہ اعضاء سے کسی کو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دُعا میں مانگتے رہو۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 130)

سامعین! صادق اور راست بازا کی مخالفت میں سبق

فرمایا:

”میں نے کل سوچا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جب کوئی صادق خدا کی طرف سے آتا ہے تو اس کو لوگ کتوں کی طرح کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اُس کی جان، اُس کا مال، اُس کی عزت و آبرو کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مقدمات میں اس کو کھینچتے ہیں۔ گورنمنٹ کو اس سے بدظن کرتے ہیں۔ غرض ہر طرح سے جس طرح اُن سے بن پڑتا ہے اور تکلیف پہنچا سکتے ہیں اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ ہر پہلو سے اس کے استحصال کرنے پر آمادہ اور ہر ایک کمان سے اس پر تیر مارنے کو کمر بستہ ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ذبح کر دیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے قیہ کر دیں۔ ادھر تو یہ جوش اٹھتا ہے مگر دوسری طرف اس کے پاس ہزار ہزار لوگ آتے ہیں... شرک اور بدعت میں مبتلا ہوتے ہیں اور حق اللہ۔ انسان کو دیا جاتا ہے مگر اُن میں مولویوں کو اس امر کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ہزاروں کنجر اور لنگوٹی پوش فقیر بننے اور خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں مگر اُن لوگوں کو قتل اور کفر کا فتویٰ کوئی نہیں دیتا۔ ان کی ہر حرکت بدعت اور شرک سے پڑھتی ہے اُن کا کوئی کام ایسا نہیں ہوتا جو سراسر اسلام کے خلاف نہ ہو مگر اُن پر

کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ اُن کے لیے کسی دل میں جوش نہیں اٹھتا۔ غرض میں سوچتا تھا کہ کیا حکمت ہے تو میری سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ صادق کا ایک معجزہ ظاہر کرے کہ باوجود اس قسم کی ممانعت کے اور دشمن کے تیر و تیر کے چلانے کے صادق بچایا جاتا اور اس کی روز افزوں ترقی کی جاتی ہے۔ خدا کا ہاتھ اُسے بچاتا اور اُس کو شاداب و سرسبز کرتا ہے۔ خدا کی غیرت نہیں چاہتی کہ کاذب کو بھی اس معجزہ میں شریک کرے۔ اسی واسطے اُس کی طرف سے دنیا کے دلوں کو بے پرواہ کر دیتا ہے۔ گویا اس جھوٹے کی کسی کو پرواہ نہیں ہوتی۔ اس کا وجود دلوں کو تحریک نہیں دے سکتا۔ مگر برخلاف اس کے صادق کا وجود تباہ ہونے والے دلوں کو بے قرار اور بے چین کر کے ایک رنگ میں ایک طرح سے خبر دیتا ہے اور اُن کے دل بے قرار ہوتے ہیں کیونکہ دل اندر ہی اندر جانتے ہیں کہ یہ شخص ہمارا کاروبار تباہ کرنے آیا ہے۔ اس واسطے نہایت اضطراب کی وجہ سے اس کے ہلاک کرنے کو اپنے تمام ہتھیاروں سے دوڑتے ہیں مگر اُس کا خدا خود محافظ ہوتا ہے۔ خدا اس کے واسطے طاعون کی طرح واعظ بھیجتا اور اس کے دشمنوں کے وعظوں پر اُسے غلبہ دیتا ہے۔ وہ خدا کے واعظ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب دیکھیے کہ اتنے لوگ جو ہر جمعہ کو جن کی نوبت اکثر پچاس ساٹھ تک پہنچ جاتی ہے اُن کو کون بیعت کے لیے لاتا ہے۔ یہی طاعون کا ڈنڈا ہے جو اُن کو ڈرا کر ہماری طرف لے آتا ہے ورنہ کب جاگنے والے تھے اسی فرشتہ نے ان کو جگایا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 140-141)

اعتراض کرنے میں جلدی نہ کریں

فرمایا:

”میں نے اپنی جماعت کو بھی بارہا سمجھایا ہے کہ کسی پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرو۔ ہر پُرانا مذہب اصل میں خدا ہی کی طرف سے تھا مگر زمانہ دراز گزرنے کی وجہ سے اس میں غلطیاں پڑ گئی ہیں۔ اُن کو آہستگی اور نرمی سے دور کرنے کی کوشش کرو۔ کسی کو پتھر کی طرح اعتراض کا تحفہ نہ دو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک کپڑا بازار سے لے کر سلایا جاتا اور پہنا جاتا ہے چند روز کے بعد وہ پُرانا ہو جاتا ہے اور اس میں تغیر آ کر کچھ اور کا اور ہی ہو جاتا ہے۔

اسی طرح پُرانے مذہب میں بھی صداقت کی جڑ ضرور ہوتی ہے۔ خدا راستی کے ساتھ ہوتا ہے اور سچا مذہب اپنے اندر زندہ نشان رکھتا ہے کیونکہ درخت اپنے پھلوں سے شناخت ہوتا ہے۔ گورنمنٹ جو اس وراء الراء ہستی کا ایک نہایت کمزور سانچہ ہے اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کی نظر میں صادق کیسے عزیز اور معتبر ہوتے ہیں۔ وہ افسریا ملازم جن کو گورنمنٹ نے خود کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمایا ہوتا ہے وہ کس دلیری سے کام کرتا ہے اور ذرا بھی پوشیدگی پسند نہیں کرتا۔ مگر وہ ایک مصنوعی ڈپٹی کمشنر یا تھانہ دار وغیرہ جو جعلی طور پر کسی جگہ خود بخود حاکم بن کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کیا وہ گورنمنٹ کے سامنے ہو سکتے ہیں؟ جب گورنمنٹ کو یہ پتہ لگے گا اس کو ذلیل کرے گی اور وہ ہتھکڑی لگ کر جیل خانہ میں یا اور سزا ملے گی۔ یہی حال ہے مذہبی راستی کا جو خدا کی نظر میں صادق ہوتا ہے اس میں خدا کے نشان اور جرأت اور صداقت کے آثار ہوتے ہیں وہ ہر وقت زندہ ہوتا ہے اور اس کی عزت ہوتی ہے۔

اصل میں خدا سے ڈرنے والے کو تو بڑی بڑی مشکلات ہوتی ہیں۔ انسان پاک صاف تو جب جا کر ہوتا ہے کہ اپنے ارادوں کو اور اپنی باتوں کو بالکل ترک کر کے خدا کے ارادوں کو اسی کی رضا کے حصول کے واسطے فنا فی اللہ ہو جاوے۔ خودی اور تکبر اور نخوت سب اس کے اندر سے نکل جاوے۔ اُس کی آنکھ اُدھر دیکھے جدھر خدا کا حکم ہو۔ اُس کے کان اُدھر لگیں جدھر اس کے آقا کا فرمان ہو۔ اس کی زبان حق و حکمت کے بیان کرنے کو کھلے اس کے بغیر نہ چلے جب تک اس کے لیے خدا کا اذن نہ ہو۔ اس کا کھانا، پہننا، سونا، پینا، مباشرت وغیرہ کرنا سب اس واسطے ہو کہ خدا نے حکم دیا ہے۔ اس واسطے نہ کھائے نہ بھوک لگی ہے بلکہ اس لیے کہ خدا کہتا ہے۔ غرض جب تک مرنے سے پہلے مر کر نہ دکھاوے تب تک اس درجہ تک نہیں پہنچتا کہ متقی ہو۔ پھر جب یہ خدا کے واسطے اپنے اوپر موت وارد کرتا ہے خدا کبھی اسے دوسری موت نہیں دیتا۔

آج کل دیکھا جاتا ہے کہ جب لب کھولا جاتا ہے تو ان کی باتوں سے سوائے ہنسی ٹھٹھے اور دل دکھانے والے کلمات کے کچھ نکلتا ہی نہیں۔ جو کچھ کسی برتن میں ہوتا ہے وہی باہر نکلتا ہے۔ اُن کی زبانیں اُن کے اندرون پر گواہی دیتی ہیں۔ میں تو نیک دل انسان کو دور سے پہچان لیتا ہوں۔ جو شخص پاک کردار اور سلیم دل لے کر آتا ہے میں تو اسی کے دیکھنے کا شوق رکھتا ہوں اس کی تو گالی بھی بڑی معلوم نہیں ہوتی۔ مگر افسوس کہ ایسے پاک دل بہت کم ہیں۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 144-145)

سامعین! دین کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے

فرمایا:

”دیکھو! دنیا چند روزہ ہے کسی کو بقا نہیں اور یہ دنیا اور اس کا جاہ و جلال ہمیشہ نہیں رہنے والے۔ چاہیے کہ اس وقت جو اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اس کو سمجھا جاوے اگر وہ درحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہے تو اس سے دور رہنا کیسا بد قسمتی کا موجب ہو گا۔ وقت نازک ہے دنیا نے جس امر کو سمجھنا چاہیے تھا اسے نہیں سمجھا اور جس کی طرف توجہ کرنی چاہیے تھی اُس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ خدا کے فرستادہ کی تلاش ضروری تھی۔ دیکھو! دنیاوی ضرورتوں کے واسطے کس طرح دنیا کو شش کرتی اور جائزہ مخنتوں سے اُن کے حصول کے ذریعہ کو سوچتی ہے مگر دین کیا ایسا ہی گیا گزرا امر ہے کہ اس کے واسطے اتنی بھی تکلیف نہ برداشت کی جاوے کہ چند روز کے واسطے ایک جگہ رہ کر اسلام کی تحقیق کی جاوے۔ ایک بیمار انسان جب کسی طبیب کے پاس جاتا ہے مریض کی اگر طبیب تشخیص کر بھی لیوے تو معالجہ میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا دوا دی جاوے۔

ایک شہر میں پہنچ کر انسان پھر بھی کسی خاص جگہ پر پہنچنے کے واسطے کسی رہبر کا محتاج ہوتا ہے تو کیا دین کی راہ معلوم کرنے اور خدا کی مرضی پانے کے واسطے انسانی ڈھکونسلے کام آسکتے ہیں اور کیا سفلی عقل کافی ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ خود اپنی راہ کو نہ بتاوے اور اپنی مرضی کے وسائل کے حصول کے ذریعہ سے مطلع نہ کرے تب تک انسان کچھ کر نہیں سکتا۔ دیکھو! جب تک آسمان سے پانی نازل نہ ہو زمین بھی اپنا سبزہ نہیں نکالتی گویا اس میں موجود ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ زمین کا پانی بھی دور چلا جاتا ہے تو کیا روحانی بارش کے بغیر ہی روحانی زمین سرسبز ہو جاتی اور بار آور ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ خدا کے الہام کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو! یہ جو اتنے بڑے عاقل کہلاتے ہیں اور بڑے موجد ہیں آئے دن تاریکی ہے، ریل بنتی ہے اور انسانی عقل کو حیران کر دینے والے کام کیے جاتے ہیں کیا ان کی عقل کے برابر بھی کوئی اور عقل ہے۔ جب ایسے عاقل لوگوں کا یہ حال ہے کہ ایک عاجز انسان کو جو ایک عورت کے پیٹ سے عام لڑکوں کی طرح سے پیدا ہوا تھا اور اسی طرح عوارض وغیرہ کا نشانہ بنا رہا اور کھانا پینا سب کچھ کرتا ہوا یہودیوں کے ہاتھ سے سولی پر چڑھایا گیا تھا اُس کو خداوند بنایا ہوا ہے اور اس کے کفارہ سے اپنی نجات جانتے ہیں اور ایسی بودی چال اختیار کی ہے کہ ایک بچہ بھی اس پر نہیں کرے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ صرف یہی کہ انہوں نے سفلی عقل پر ہی بھروسہ کیا اور ایک کوٹے کی طرح نجاست میں گر پڑے نجاست پر گر پڑے۔

دیکھو! جب انسان خدا سے مدد چاہتا ہے اور اپنے آپ کو عاجز جانتا ہے اور گردن فرازی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد کرتا ہے۔ ایک مکھی ہے کہ گندگی پر گرتی ہے اور دوسری کو خدا نے عزت دی کہ سارا جہاں اس کا شہد کھاتا ہے۔ یہ صرف اس کی طرف جھکنے کی وجہ سے ہے۔ پس انسان کو چاہیے کہ ہر وقت ایسا کعبہ ایسا کعبہ پر کار بند رہے اور اسی سے توفیق طلب کرے۔ ایسا کرنے سے انسان خدا کی تجلیات کا مظہر بھی بن سکتا ہے۔ چاند جب آفتاب کے مقابل میں ہوتا ہے تو اسے نور ملتا ہے مگر جو اس سے کنارہ کشی کرتا ہے تو اندھیرا ہوتا جاتا ہے۔ یہی حال ہے انسان کا جب تک اس کے دروازہ پر گر رہے اور اپنے آپ کو اس کا محتاج خیال کرتا رہے تب تک اللہ تعالیٰ اُسے اٹھاتا اور نوازتا ہے۔ ورنہ جب وہ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ ذلیل کیا جاتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 158-160)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصاب پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزر: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

